رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ؎
ششماہی .... ؎

قیمت پرانا پرچہ (۴ ؍)

مملکت

"ہفتہ وار"

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

قیمت فی پرچہ (۲ ؍)

جلد ۹ | ۱۹ اردی بہشت ۱۳۵۹ ف | ۲۹ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۱۹ مارچ ۱۹۵۰ء | نمبر (۴۹)

اشتعال انگیز تقریریں

فرقہ واریت کو ابھارتی ہیں

۱۰ فروری کو لکھنؤ میں ہندو مہاسبھا کی طرف سے ایک جلسہ عام منعقد ہوا تھا تو یوم حیدرآباد منانے کے سلسلہ میں۔ لیکن اس میں اشتعال انگیز تقریریں مشرقی بنگال سے متعلق ہوئیں اور ان کی وجہ سے یہ جلسہ یوم حیدرآباد کے بجائے یوم مشرقی بنگال کے جلسہ میں بدل ہو گیا۔ سنا ہے کہ مارچ کی کسی قریبی تاریخ میں مہاسبھا یوم مشرقی بنگال بھی منانے والی ہے۔ جب یوم حیدرآباد کے سلسلہ میں مشرقی بنگال کے واقعات اس قدر اشتعال انگیز طریقے پر بیان کئے جا سکتے ہیں تو جب مستقلاً یوم مشرقی بنگال منایا جائے گا تو اس میں تقریریں کس نوعیت کی ہوں گی اس کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

حکام والا مقام بھی ان تقریروں سے آگاہ ہو کر آئندہ کے لئے محتاط ہو جائیں اقلیت کے فرد ہونے کی حیثیت سے ہم بھلا اس مطالبہ کی ہمت کہاں رکھتے ہیں کہ حکام ایسی اشتعال انگیز تقریروں کا انسداد کریں اور اس قسم کے جلسوں کے انعقاد کو آئندہ امتناعی حکم کے ذریعہ روک دیں۔ لیکن جلسہ کے بعض مقررین نے کانگریسی حکومت بالخصوص وزیر اعظم نہرو کے خلاف جو باتیں کہیں مثلاً یہ کہ وہ حکمرانی کے قابل نہیں۔ یا یہ کہ پنڈت نہرو خود سچے ہندو نہیں بلکہ وہ صرف پیدائش کے اعتبار سے ہندو ہیں اور تہذیب کے اعتبار سے مسلمان اور تعلیم کے لحاظ سے انگریز کیا ان الفاظ کا اعادہ آئندہ بھی جلسہ عام میں حکام والا مقام گوارا کریں گے۔ مسلمانوں کے متعلق تو یہ مقررین یہ حکم صادر ہی کر چکے کہ یہاں کے مسلمان سب کے سب بلا استثناء اعدائے خدا دشمن و غدار ہیں، پانچویں کالم والے ہیں، ملک کے دشمن اور اس ملک کے لئے خطرہ کا موجب ہیں۔ ان میں سے کسی کو ہندوستان کا شہری قرار دینا نہ چاہئے اور یہ حکم صرف لکھنؤ کے مقررین کرام ہی نے صادر نہیں کیا بلکہ مہاسبھا کے پلیٹ فارم سے اور بعض بعض مقامات پر خود ان لوگوں کی زبان سے بھی جو اپنے کو کانگریسی کہتے ہیں "اس قسم کی آوازیں پہلے سے اٹھ رہی تھیں اور اب مشرقی بنگال کے حوادث نے ان آوازوں کو زیادہ بلند اور ایک قسم کے ایجی ٹیشن کی شکل دیدی ہے اور مہاسبھا کی طرف سے آئندہ جو یوم مشرقی بنگال کے طول و عرض میں منایا جا رہا ہے اس میں مشرقی بنگال کے مظلوموں سے اظہار ہمدردی سے کہیں زیادہ ہند یونین کے مسلمانوں کی غداری کو بے نقاب کیا جائے گا اور ان کے اخراج کا ایجی ٹیشن شروع کر کے نہرو حکومت کے خلاف ایک سرگرم تحریک شروع کی جائے گی۔ ہندو مہاسبھا نے دسمبر میں کلکتہ کے اجلاس میں جو دستاویز پاس کی تھیں اور جس نوعیت کی اشتعال انگیز تقریریں اس کی اسٹیج سے ہوئی تھیں ان کے نتائج ملک کے سامنے آ چکے ہیں لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت نے ابھی تک مہاسبھا کی ان فتنہ سامانیوں کی روک تھام کے لئے کوئی خاص اقدام نہیں کیا اور نہ کانگریس کے قائدین نے اس کے خلاف کوئی عملی کارروائی کی۔ ہمارے صوبہ یو۔ پی کے حکام اور کانگریسی لیڈران کا طرز عمل اس سلسلہ میں اور زیادہ حیرت انگیز ہے۔ بہار کی حکومت نے کم از کم اتنا تو کیا کہ ہندو مہاسبھا کے جنرل سکریٹری مسٹر دیش پانڈے کے صوبہ سے اخراج کا حکم دیدیا اور وہاں کے وزیر اعظم مسٹر سری کرشن سنہا نے ایک بیان شائع کر کے صوبہ میں امن قائم رکھنے اور اقلیت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی اپیل کر دی۔ لیکن ہمارے صوبہ میں جہاں پہلے ہی مہاسبھا اجودھیا میں ایک بڑا مورچہ بنا کر حکومت غیر مذہبیت و جمہوریت پر گولہ باری شروع کر چکی ہے اب تک کوئی قدم اٹھایا نہیں گیا اور اس شدید خطرہ کا احساس شاید ابھی تک نہ حکام کو ہے نہ وزراء کرام اور نہ کانگریسی لیڈران کو۔ ہم نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب بھی ہم پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس وقت مہاسبھا کی تحریک کا اصل رخ نہ ہند یونین کے مسلمانوں کی طرف ہے اور نہ پاکستان کی طرف اس کا اصل مقصد کانگریس سے انتقام لینا ہے۔ اور اس انتقام میں کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وہ اکثریت کے فرقہ وارانہ جذبات کو انتہائی اشتعال اور ہیجان میں لے آئے اور اس کا موجودہ پروگرام سارے کا سارا اشتعال انگیز اور تخریب پر مبنی ہے۔ غریب اقلیت پہلے کسی زمانہ میں کتنی ہی جنگ جو رہی ہو اب تو یہ باتیں خواب و خیال ہیں ہر جگہ اس پر ہراس طاری ہے اور چھوٹے بڑے شہروں سے مسلمانوں کی حیثیت بڑی حد تک "فراری" ہو رہی ہے اس لئے اس سے مقابلہ و تصادم کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ میں معمولی معمولی باتوں کو بہانا بنا کر پہلے سے تیار و منظم گروہ ایک جگہ اور لوٹ مار شروع کر دیں اور اس کے نتیجہ میں اقلیت اپنے گھر بار چھوڑ کر کسمپرسی میں پناہ لے اور اس کے ذریعہ مقصد اور ادھر کسی نہ کسی طرح پاکستان پہونچ جائیں جس طرح بعض شہروں میں ہو رہا ہے

(باقی صفحہ ...)

مملکت ہفتہ وار

۱۹ امرداد ہشت ۱۳۵۹ ف

توازن قائم رکھنے کی ضرورت

مولوی میر لائق علی صاحب سابق صدر اعظم حیدرآباد کی فراری حیدرآباد والوں کے لئے بالعموم اور دکن کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص باعث ندامت ہوئی۔ موصوف سے ہمیں اس قدر حسن ظن تھا کہ جب ہم نے پہلی بار یہ خبر سنی تو ہمیں یقین نہیں آیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا وہ یقیناً افسوسناک ہے۔ یہ ایک انفرادی غلطی تھی جس کی ذمہ داری زیادہ سے زیادہ محکمہ پولیس پر عائد کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس واقعہ کو پریس اور پارلیمنٹ میں جو اہمیت دی گئی وہ ہماری نظر میں ضرورت سے زیادہ تھی۔ مسٹر کامتھ کی تحریک التوا کے ضمن میں جو مباحث آغاز کئے گئے وہ نہ صرف غیر محتاط اور غیر دانشمندانہ تھے بلکہ خود حکومت ہند کے نقطۂ نظر سے مضر بھی تھے۔ اخبارات نے بھی اس شور و غل میں شریک ہو کر مخالفین ہند کو اس بدگمانی کا موقع دیا کہ ہند یونین کے کرتا دھرتا ضعف قلب اور اعصابی کمزوری کا شکار ہیں۔ ایک قومی مملکت کے لئے اس قسم کا مظاہرہ شایان شان نہ تھا چنانچہ سردار پٹیل نے ارکان پارلیمان کو اس خصوص میں تنبیہ بھی کیا اور یہ بتایا کہ پولیس کی اس غلطی کی ذمہ داری مرکزی حکومت پر ہرگز نہیں ڈالی جاسکتی۔ سردار پٹیل نے یہ وضاحت فرمائی کہ:۔

> اگر ریاستی رد داشت اس سلسلہ میں غلطی پر ہے تو اس کی مذمت کی جاسکتی ہے لیکن جب یہ کہا جائے کہ اگر کسی ریاست میں مجلس مقننہ قائم ہو تو اس ریاست کے جملہ امور پر پارلیمنٹ میں بحث کی جاسکتی ہے تو ایسی صورت میں پارلیمنٹ کا صرف یہی کام رہ جائے گا کہ تحریکات التوا پر بحث کی جاتی رہے۔ اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو ریاستوں کے بے شمار مسائل پارلیمنٹ میں پیش ہو سکتے ہیں مثال کے طور پر کیلم جیل میں تیس قیدی ہلاک ہوئے اور صوبائی حکومت نے اس سلسلہ میں تحقیقات کے لئے ایک کمیشن کا قیام عمل میں لایا ہے۔ اگرچہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کا بے حد صدمہ ہے ریاست حیدرآباد کا ایک سابق صدر اعظم جو نظم و نسق کی بیشتر خرابیوں کا ذمہ دار تھا اس طرح پُراسرار طور پر حراست سے راہ فرار اختیار کی لیکن جہاں تک مرکز کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے اس واقعہ سے اس پر کوئی اثرات مرتب نہ ہونے چاہئیں۔

پارلیمانی مباحث کو پڑھ کر ہمیں حیرت ہو رہی تھی کہ آخر یہ قابل اور رمعتبر حضرات اپنا توازن کیوں قائم نہیں رکھ رہے ہیں۔ مقامی پولیس کی نااہلیت یا غفلت لاکھ سنگین سہی لیکن وہ ایسی ہرگز نہ تھی جو مملکت ہند کے امن کے لئے خطرہ بن سکتی۔ لائق علی صاحب اگر یکم کر کل بھی جائیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ حکومت کے نقطۂ نظر سے زیادہ سے زیادہ جو نقصان ہوا وہ صرف یہ کہ ایک نظربند شخص اپنی قانونی سزا بھگتے بغیر فرار ہو گیا۔ لائق علی صاحب کے فراری کے واقعہ کو اس سے زیادہ اہمیت دینا دیگر ممالک کی نظر میں اپنے وقار اور اپنی خود اعتمادی کو متضرر کرنے کے مترادف ہوگا جہاں تک ہم سمجھ سکے لائق علی صاحب کی فراری کوئی سیاسی اہمیت نہیں رکھتی پھر اس واقعہ پر ہند پارلیمنٹ میں تحریک التوا اور اخبارات کی چیخ پکار خود ہندوستان کے نقطۂ نظر سے ایک غلط چیز ہے۔ حکومت کو اب صرف یہ کرنا چاہئے کہ وہ لائق علی صاحب کا کھوج لگائے بشرطیکہ وہ مملکت ہند کے حدود کو عبور نہ کر گئے ہوں۔ اور ان سب اشخاص کو قابل مواخذہ قرار دے خواہ وہ عہدہ دار ہوں یا غیر عہدہ دار مسلم ہوں یا غیر مسلم جنہوں نے فراری میں لائق علی صاحب کی اعانت کی ہے۔ سردار پٹیل نے پارلیمنٹ میں خود کہا ہے کہ مسٹر چٹلے اپنی موجودہ خدمت کے لئے موزوں ثابت نہیں ہوئے۔ اس لئے ان کے بجائے کسی اور عہدہ دار کو صدر ناظم کی حیثیت سے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی ہماری رائے پوچھے تو ہم عرض کریں گے کہ موجودہ پولیس کمشنر مسٹر یس ین نرنڈی کا اس خدمت کے لئے انتخاب مناسب ہوگا۔ لیکن حکومت بہتر جانتی ہے کہ کیا کرے۔ جن اصحاب کو بعض فراری شبہ پر گرفتار کیا گیا ہے ان کے متعلق بھی تحقیقات کی عاجلانہ تکمیل مناسب ہوگی۔ ہماری رائے میں حالیہ گرفتاریاں شاید رائے عامہ کی تشفی کے لئے عمل میں آئی ہیں ورنہ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے فی الواقعی فراری میں مدد دی ہو۔ یہ ہماری اپنی رائے ہے لیکن حکومت بہتر جانتی ہے اور اس کے پاس کافی مواد ہو تو ظاہر ہے کہ ان سب کو سخت سزا ملنی چاہئے۔

اس ضمن میں ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ لائق علی کابینہ کے ارکان کے خلاف حکومت کے پاس کوئی مواد ہو تو وہ جلد سے جلد عدالتی کارروائی آغاز کر کے ان اصحاب سے متعلق یکسوئی کر دے۔ مسٹر قاسم رضوی کے خلاف جو مقدمات چل رہے ہیں ان کی طوالت اکتاہٹ کا باعث ہو گئی ہے۔ ان مقدمات کو بھی جلد جلد ختم کر دینا چاہئے تاکہ پولیس کارروائی سے پہلے کے واقعات کی یاد بھی اہل حیدرآباد کے دل سے محو ہو جائے۔

بعض اخبارات کے ناجائز اور نادار پروپگنڈے کا اثر ہے کہ اگر حکومت حیدرآباد کے ہر مسلمان کو شبہ اور بے اعتمادی کی نظر سے دیکھنا شروع کر دے تو یہ چیز مسلمانوں کے لئے غیر منصفانہ اور حکومت کے نقطۂ نظر سے ایک سخت کاروبار ثابت ہوگی۔ لائق علی صاحب کی فراری کا واقعہ ایک انفرادی واقعہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ قوموں کے مزاج کو بدلنا ایک مشکل کام ہے جس کے لئے صحیح تعلیم اور صحیح پروپگنڈے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک ایسی جماعت شدت اختیار کر رہی ہے جس کی نظر میں مسلمانوں کا وجود کھٹکتا رہتا ہے۔ لیکن اگر حکومت ہند کی پالیسی وہی ہے جو پنڈت نہرو کی زبان سے ظاہر ہوتی رہتی ہے تو اکثریتی فرقہ کے لیڈروں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اپنی قوم کے تنگ نظر عناصر کی نفسیاتی اصلاح کے لئے تدابیر اختیار کریں۔ ہو سکتا ہے کہ لائق علی صاحب کی فراری کا خمیازہ یہاں کے مسلمانوں کو بھگتنا پڑے۔ اگر ایسا ہو تو ہم یہ سمجھیں گے کہ بدقسمتی ہندی مسلمانوں کا تعاقب کئے جا رہی ہے جس کا ان کے

اس بحر بیکراں کے کوئی علاج نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہی چیز مسلمانوں کی اصلاح کا باعث بن جائے۔ لیکن جیسا کہ ہم ابتدا سے کہتے آئے ہیں آج بھی یہی کہیں گے کہ مسلمانان ہند کو پاکستان کا رخ کر کے ترک وطن کا مجرم نہیں بننا چاہئے۔ نہیں یہیں رہنا اور یہیں مرنا ہے۔

اسٹیٹ کانگریس کی قراردادیں

سوشلسٹ پارٹی کی نظر میں

نظام آباد میں اسٹیٹ کانگریس کا جو اجلاس ہوا وہ کافی دلچسپ ہے اس میں دو مختلف نقاط نظر کا اظہار کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے میں بنیادی تضاد ہے سوامی جی اور بندو صاحب نے جن نقاط نظر کا اظہار کیا ہے اس کا مقابلہ خود مقررین کے الفاظ میں دلچسپ ہوگا۔

حیدرآباد کی تقسیم کے متعلق سوامی رامانند تیرتھ نے اپنی تقریر میں کہا کہ لسانی بنیادوں پر حیدرآباد کی تقسیم ہی حیدرآباد کے مستقبل کا واحد حل قرار پا سکتا ہے اس کے برعکس مسٹر ڈگمبر راؤ بندو نے تقسیم کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے کئی مسائل اس سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور اس کا بھی امکان ہے کہ حیدرآباد کی تقسیم سے مالی اور انتظامی نوعیت کے دیگر مسائل پیدا ہوں۔ اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ حیدرآباد کو چند دنوں تک موجودہ حالتوں پر برقرار رکھا جائے آگے چل کر بندو صاحب نے یہ کہا کہ عوام کی خواہش پوری نہ ہو تو ان کی ناراضگی سے تخریبی رجحانات اور قوتوں کو تقویت ہو سکتی ہے اس لئے ریاست کے نظم و نسق کو جمہوری بنانے کا کام شروع کر دینا چاہئے۔

ریاست کی تقسیم کے متعلق ان اصحاب نے جو رائے ظاہر کی ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کی سوچی ہوئی رائے ہے۔ چونکہ پولیس کارروائی کے بعد جب آل حیدرآباد کانگریس کمیٹی کا اجلاس ہوا تو سوشلسٹ پارٹی جو کہ اس وقت کانگریس سے علحدہ نہیں ہوئی تھی اس اجلاس میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتی تھی کہ نظام کو معزول کر دیا جائے اور ریاست کی تقسیم زبان کے اعتبار سے فوری کر دی جائے مگر سوامی جی نے اس تجویز کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ آج جب کانگریس کی گدی سے انہیں نکال باہر کیا گیا ہے تو ان کا بار بار ریاست کی تقسیم پر زور دینا اس کا صاف ثبوت ہے کہ یہ گرتی ہوئی اور گرائی ہوئی قیادت کو باقی رکھنے کی خاطر رائے عامہ کا ساتھ دینے کا ایک نیا ڈھونگ شروع کر دیا ہے۔ لسانی اور ثقافتی ترقی کے جمہوری اصولوں پر رائے عامہ کو ترتیب دینے میں سوشلسٹ پارٹی نے جو قیادت کی ہے اور جس طرح رائے عامہ کو منظم کر دیا ہے اس کے بعد اس کے سوا کوئی دوسری راہ باقی نہیں رہی ہے۔

یہی حال بندو صاحب کے تقسیم کے مطالبہ سے ہے پولیس کارروائی سے قبل ان کی صدارت میں کانگریس ایکشن کمیٹی نے دستور کی مانگ کی تھی کہ حیدرآباد کے مسئلے کے حل کے لئے ریاست کی تقسیم کی جائے اور نظام کو معزول کر دیا جائے۔ مگر پولیس کارروائی ہوئی اور کانگریس نے اپنا جواب بھلا دیا کانگریس پر منسوبہ [illegible] پیدا کر کے سردار پٹیل نے ایک جیلک ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے فائدہ اٹھایا اور سوامی جی کو صدارت سے ہٹا دیا تو بندو صاحب نے بالکل اسی نقطے کا پرچار شروع کر دیا ہے۔ جو ریاستی وزارت کا ہے تقسیم کے مطالبے کے بعد دیگر مسلمین اور انتظام کو انہیں بھلا یا ہے۔

کانگریس میں جو جھگڑے مارکسزم اور گاندھی ازم کے نام پر پیدا کئے گئے ہیں اور سردار پٹیل کی مداخلت سے کمیٹی آف ایکشن کے فاضل صدر کو کانگریس کی گدی پر بٹھانے کے بعد جو کچھ بڑھ گئے ہیں ان جھگڑوں کے متعلق بھی سوامی جی اور بندو صاحب دو مختلف نقاط نظر کا اظہار کیا ہے۔ سوامی جی نے ان جھگڑوں کو بنیادی اور اصولی بتایا تو بندو صاحب نے نہایت صاف گوئی کے ساتھ ان کو اقتدار و عہدوں کے جھگڑے کہا۔ بندو صاحب کی اس صاف گوئی کے بعد ان اصحاب کے استعفاوں کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے جو صدارت کی تبدیلی کے بعد کانگریس میں عہدوں کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے استعفا دے رہے ہیں۔ غرض کہ بندو صاحب نے بنیادی اور اصولی جھگڑوں کے نام پر ملک میں ایک اور انتشاری دور کے شروع ہی میں اس بات کو صاف کر دیا کہ اس قسم کے اعلانات گلے ڈھکے پھرنے والوں کے عزائم کیا ہیں۔

کانگریس کی بنیادی پالیسی کو بیان کرتے ہوئے جو قرارداد اس اجلاس میں منظور کی گئی ہے یہ تو بار بار کی دہرائی ہوئی بات ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں کی گئی ہے۔ جو قابل غور ہو سکے۔ کانگریس کی اور قراردادوں سے اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا ہے کہ کانگریس معاشی اور سماجی تبدیلیوں کا کوئی موثر اور مثبت پروگرام رکھتی ہے سوائے اس کے کہ یہ نامعلوم کا گروہ ہے جس کا مقصد جنتا کو یہ بتانا ہے کہ وہ شکایتوں اور ضرورتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کانگریس کے ساتھ اور کانگریس کی بھارت سرکار کی تائید کرے۔ اس کے عمل کے خلاف اس کو کوئی شکایت ہو اس کا ذکر نہ کرے۔

بندو صاحب کے اپنے خطبہ صدارت میں تقسیم کے تعلق سے ایک خاص نقطہ نظر کا اظہار کرنے کے بعد بھی اس اجلاس میں حیدرآباد کی فوری تقسیم اور اس کا متصل علاقوں میں ضم کرنے کی قرارداد منظور کی گئی ہے۔ مگر اس کی منظوری اور عدم منظوری ایک ہی بات ہے چونکہ اس قرارداد میں اس کی کوئی ترکیب دکھائی نہیں گئی ہے جو منظور کی ہوئی قرارداد کو عملی جامہ پہنائی جا سکے۔ اس کے لئے کوئی پروگرام یا عمل کا خاکہ اس قرارداد میں نہیں دیا گیا۔

اس اجلاس میں جو اور قراردادیں منظور کی گئی ہیں ان پر ہم آئندہ روشنی ڈالیں گے اس وقت ہم صاف صاف یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ کانگریس نے ایسا کوئی پروگرام پیش نہیں کیا ہے جو سماجی معاشی خرابیوں کا علاج ہو اور ہماری نشاۃ ثانیہ کا اشارہ کرتا ہو۔

بندو صاحب نے جہاں تقسیم کے سوا اور راج پرمکھ دستور ساز اسمبلی وغیرہ کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے اس پر فی الوقت کوئی تبصرہ نہیں کر رہے ہیں۔ مگر ہم بندو صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے پارلیمانی اور تنظیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ چلائے جانے کی خرابیاں کو بیان کر دیا۔ پارلیمانی اور تنظیمی سرگرمیوں کو الگ الگ کرنے کا بہت سود مند مشورہ دیا۔

(سماج)

جذبات کو مشتعل نہ کرو

لاہور کے با اثر اردو اخبار "نوائے وقت" نے ایک حقیر درخواست کے عنوان سے ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے جس میں اس بات پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ پاکستانی صحافت نے حال ہی میں ہندوستان کے خلاف درشت اور ناقابل ملامت لہجہ اختیار کیا ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ ہم اپنے جوش و غضب میں بھرے ہوئے حاضرین کی ناخوشی کا لحاظ کئے بغیر یہ کہتے ہیں کہ چاہے کسی نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے یہ رجحان نقصان دہ ہے۔ اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ اگر "ڈان" جیسا اخبار بھی اب لب و لہجہ اور ایسی تحریرات کی حد تک گالی گلوج پر اتر آجائے تو یہ ایک بڑی قومی بدبختی ہے۔

"نوائے وقت" نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اگر پاکستان کے اخبارات اشتعال انگیز تحریرات کو جگہ دیتے رہیں اور ہندوستانی قائدین کو گالی گلوج دیتے رہیں تو توقع نہیں کی جا سکتی کہ ہندوستانی صحافت اس معاملہ میں پیچھے رہے گی۔"

ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنے کی وکالت کرتے ہوئے اخبار نوائے وقت نے اپنے اداریہ میں لکھا ہے کہ "ہمیں زبان کے استعمال میں احتیاط برتنی چاہئے تاکہ اس کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں کے مقصد کو بلکہ پاکستان کے مقصد کو جسے ہم آگے بڑھانے کے دعویدار ہیں نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

ہمیں اس حقیقت کو محسوس کرنا چاہئے کہ ہم [illegible] احساس کر [illegible] کے

(باقی [illegible])

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:۔

بمبئی اسمبلی کی خشک اور بے مزہ تقریروں سے تنگ آکر ایک جرنلسٹ نے ذرا دم لینے کے لئے کینٹین کا رخ کیا اور ایک گلاس بیرہ کا آرڈر دیا۔ اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب اس نے دیکھا کہ آج کے بیرہ کا مزہ کچھ بدلا ہوا ہے۔ تین گلاس پینے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ جسے بیرہ سمجھ رہا ہے وہ اصل تاڑی ہے۔

جنتا نیوز سروس کا بیان ہے کہ:۔

معلوم ہوا ہے کہ مسٹر یونس سلیم کے مکان کی تلاشی کی گئی اور وہاں سے ایک شخص کو گرفتار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں کانگریسی حلقے مسٹر یونس سلیم کو ڈیلی گیٹ کی حیثیت میں برقرار رکھنے پر غور کر رہے ہیں۔ کیا ایسے اشخاص ڈیلی گیٹ رہ سکتے ہیں۔

اسی لئے تو ہم مسٹر یونس سلیم کو کئی بار مشورہ دے چکے ہیں:۔

اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا
ناز بھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر

معاصر "پیام" لکھتا ہے کہ:۔

لائق علی کی فراری ایسی ہی سازشوں کی ایک کڑی ہے۔ یہ سازشیں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک کہ موجودہ معاشی نظام جوں کا توں باقی رہے گا۔

یعنی اب کسی مفرور کا پتہ چلانا ہو تو پہلے معاشی نظام کو بدلنا پڑے گا۔

کہاں کی بات پہنچی ہے کہاں تک

ایک نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ:۔

معلوم ہوا ہے کہ سوامی رامانند تیرتھ اسٹیٹ کانگریس کی نئی مجلس عاملہ میں شریک نہیں رہیں گے۔ سوامی جی نے صدارت سے دست بردار ہوتے وقت یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اب تعمیری کام کریں گے۔

سنا جا رہا ہے کہ سوامی جی اب اس اصول پر کاربند رہیں گے۔

زاہد کمال ترک سے ملتی ہے یاں نجات
دنیا جو چھوڑ دی ہے سیاست بھی چھوڑ دے

معاصر "مشیر دکن" کی رائے ہے کہ:۔

سابقہ حکومت کا نقطۂ نظر ہمیشہ یہی رہتا تھا کہ سر رشتہ جات حکومت کا ہر انتظام اردو جاننے والوں کے لئے موجب سہولت ہو۔ اس کو کبھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ اردو عوام کی زبان نہیں ہے۔

دوسرے الفاظ میں حیدرآباد کا سب سے پہلا اخبار "مشیر دکن" جو اردو میں شائع ہوتا ہے عوام کا اخبار نہیں۔

مسٹر یونس سلیم تلقین فرماتے ہیں:۔

میں عوام خاص طور پر مسلمانوں سے ان کے ایک خادم کی حیثیت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس آزمائش کے موقع پر صبر اور تحمل سے کام لیں۔

مگر مسلمانوں نے مسٹر یونس سلیم سے کب مشورہ کیا تھا؟

ہر روز کچھ سوچئے:۔

الفاظ اور اصطلاحات کا ترجمہ

یہ بات تو اور بھی ہو سکتی ہے لیکن عوام کے دلوں میں اطمینان پیدا نہیں ہو سکتا۔ (پیام)

اصطلاحات سے مطلب شناسی

حسب ذیل اصطلاحات ہیں:۔ جمہوری طاقتیں، عوامی جدوجہد، احتجاج، شہری آزادیاں، کچلی ہوئی انسانیت وغیرہ۔ مگر ایسی اصطلاحات تو معاصر موصوف کے صفحات پر سب سے زیادہ نظر آتی ہیں۔

حیدرآباد کو کپڑے اور سوت کی ضرورت۔ یونین کے عہدہ داروں کی جانب سے ہمدردانہ غور کا وعدہ۔

(اخباری سرخیاں)

سردار پٹیل کے حالیہ پارلیمانی بیان کی روشنی میں ان مسائل پر غور کرنے کا فرض حیدرآباد کے عہدہ داروں پر عائد ہوتا ہے نہ کہ یونین کے عہدہ داروں پر۔

ہم پہلے اقلیتوں کی حفاظت کر لیں پھر پاکستان کو مجبور کر سکتے ہیں۔ (پنڈت نہرو)

ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم اقلیتوں کی حفاظت کریں۔

(خواجہ ناظم الدین، گورنر جنرل پاکستان)

بھارت کے مشہور سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا فرماتے ہیں کہ بھارت کے سامنے صرف دو ہی کٹھن اور حل طلب مسائل ہیں۔ افلاس اور پاکستان۔

ریاستی وزارت لائق علی کی فراری کی ذمہ دار نہیں

(اخباری سرخی)

لائق علی کی فراری کی ذمہ داری صرف لائق علی پر عائد ہوتی ہے۔

جذبات کو مشتعل نہ کرو

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

ہاتھوں کو گرد رہنا کر کوئی خدمت انجام نہیں دے رہے ہیں۔ اگر ہم جذبات کو مشتعل کرنے پر اب بھی اصرار کریں تو ہم اس طرح ہندوستانی مسلمانوں کے لئے پریشانیوں کا باعث بن رہے ہیں۔ پاکستان کے وسیع تر مفادات کی خاطر ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم اس طرح ان عناصر کو جعلی ذوری دے رہے ہیں کہ جو خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ تحریک اس دوا سے بہتر نہیں ہے کہ جو ایک مختصر مدت کے لئے خون کو گرما دیتی اور اس کی روانی کو تیز کر دیتی ہے لیکن بعد میں صحت کے لئے نقصان رساں ثابت ہوتی ہے۔ ([illegible])

انقلاب چین کا پس منظر

ماؤزے تنگ کی شخصیت

چین میں چیانگ کائی شک کی قوم پرور حکومت کے خاتمے اور ماؤزی تنگ کی کمیونسٹ حکومت کے قیام نے دنیا کی نظریں ادھر لگی ہیں۔ کائی شک کی طرف سے پھر کر ماؤزی تنگ کی طرف لگ رہی ہیں۔ اور قدرتی طور پر ہر شخص کے دل میں اس شخصیت کو پہچاننے کی خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ جو اتنے بڑے انقلاب کا باعث ہوا ہے۔ سیاست سے دلچسپی رکھنے والے ذہن بڑی تیزی کے ساتھ اس شخصیت کو سمجھنے اور اس کی مدد سے ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ جو ایشیا کے سب سے وسیع و قدیم ملک میں سرخ ستارہ کے طلوع ہونے سے پیدا ہو گئے ہیں۔

ماؤزی تنگ جو اس وقت دنیا کا مرکز توجہ بنا ہوا ہے۔ ہونان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوا۔ جس کے گذر بسر کے لئے صرف سات تین ایکڑ زمین تھی اس پر بھی اور باپ قریب قریب ان پڑھ تھا۔ باپ کی بے جا سختی اور ناانصافی ماؤزی تنگ کے لئے ہمیشہ کوفت کا باعث تھی اس کے بڑا ہونے بیوی اور بچوں سب کو ناخوش رکھتا تھا۔ اور ماؤزی تنگ جیسے آگے چل کر ایک بڑی بغاوت کی رہنمائی کرنی تھی۔ اسے قدرت نے شاید تربیت کی غرض سے، باپ کے خلاف ماں اور دو بھائیوں کو ملا کر متحدہ محاذ قائم کرنے کا موقعہ فراہم کیا تھا۔ لیکن ماں جتنی بخت عقیدہ تھی۔ باپ اتنا ہی بے عقیدہ تھا۔

ماؤزی تنگ نے ان کی مدد سے قریب کے ایک قصبہ کے ہاں رہ کر لوور مڈل اسکول پاس کیا۔ اس کے بعد وہ صوبہ ہونان کے دارالسلطنت چانگشا چلا گیا۔ جہاں اس نے امتیازی حیثیت سے گریجویٹ کیا۔ اس کے بعد تعلیم کے شوق نے اسے پیکنگ پہنچا دیا۔ اور وہاں اس نے پیکنگ یونیورسیٹی میں تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی چونکہ وہ یونیورسیٹی کے اخراجات برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اسے ایک لائبریری میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کرنا پڑا۔ وہاں بڑے بڑے لوگ آتے وہ انہیں دیکھ دیکھ کر خوف و رشک کے ملے جلے جذبات سے سہما اور گھبراتا رہتا۔ لوگ اس طرف توجہ کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتے بلکہ اس کے قول کے مطابق اس کا کام شاید اتنا ذلیل اور اس کی حیثیت اتنی حقیر تھی کہ پڑھنے والے بھی کرنے کی کوشش کرتے لیکن اسے لائبریری اور تنہائی نے دنیا کی نادر کتابیں پڑھنے اور اس کا گہرا مطالعہ کرنے کا موقع دیا۔ جس نے اس کے کیرکٹر کے بنانے میں بڑی مدد کی اس وقت پیکنگ میں نوجوان تحریک اور تہذیبی انقلاب کا کافی زور تھا جس نے ماؤزی تنگ کو بھی گوشہ تنہائی سے نکال کر لوگوں سے روشناس کرا دیا۔ اور جلدی ہی وہ سرگرم کارکنوں میں شمار کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اسے پیکنگ سے انقلاب پسند ہونے کی بناء پر بھاگنا پڑا۔ اور جب تین سال کے طویل عرصہ کے بعد وہ پیکنگ واپس ہوا تو اب اس کی حیثیت ایک معمولی انقلاب پسند کی سی نہ تھی۔ بلکہ عوام کے نجات دہندہ کی حیثیت سے اس کے خیر مقدم کے لئے بے شمار لوگ جوش و خروش کے ساتھ نعرے لگا رہے تھے۔ اور جس کے زبردست سرخ فوج سیلاب کی طرح امنڈتی ہوئی چلی آ رہی تھی

ماؤزی تنگ نے جب پہلے پہل کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کو مشورہ دیا کہ پارٹی کو اپنی توجہ کسانوں کو منظم کرنے کی طرف مبذول کرنی چاہئے۔ تو مرکزی کمیٹی نے اس کی مخالفت کی اور اسے پارٹی سے نکال دیا گیا۔ لیکن اس نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی اور دیہات جا کر کام میں لگ گیا۔ اس نے اس راز کو سمجھ لیا تھا کہ چین کے حالات روس سے مختلف ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ انقلاب کا ایک ہی طریقہ اختیار کر لیا جائے۔ لیکن مرکزی کمیٹی لکیر کی فقیر بنی آنکھ بند کئے۔ صرف شہر کے کام کرنے والے طبقہ کو منظم کر کے روس کی طرح پہلے شہروں میں انقلاب پیدا کرنا چاہتی تھی اور اسے اس نامعلوم طاقت کا اندازہ نہ تھا جو ماؤزی تنگ کے ایک غریب کسان کے گھر میں پیدا ہونے اور ان کے گہرے مطالعہ کی بناء پر رکھتا تھا اس نے اور اس کے ساتھی چوتہ نے ان مات کسانوں کے ساتھ رہ کر کام شروع کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ انہوں نے ایک معمولی سی کام کرنے والی جماعت بنا لی اس طرف چیانگ کائی شک نے کمیونسٹوں سے مصالحت کے بجائے یہ طے کر لیا کہ وہ انھیں ختم کر کے دم لے گا۔ اور اس نے تمام بڑے شہروں اور قصبوں کو کمیونسٹوں سے پاک کرنے کی مہم جاری کر دی۔ تب مرکزی کمیٹی نے بھی ماؤزی تنگ کی رائے کو سمجھا اور اس کی پیروی کے لئے تیار ہو گئی جنوبی چین کے دیہات ان کے لئے نہ صرف جائے پناہ ثابت ہوئے۔ بلکہ ماؤزی تنگ کے خلوص اور محنت نے جنوبی چین کو بہت جلد کمیونسٹ کے ایک مضبوط لیڈ تیار کر دیا۔ اور جب سے ماؤزی تنگ کی رہنمائی مسلم ہو گئی۔

ماؤزی تنگ نے کسانوں کے دلوں میں یہ بٹھا دیا۔ کہ ان کی غربت اور پریشانی اسی وقت دور ہو سکتی ہے جب وہ خود اس کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ اس کے لئے تیار ہو جائیں تو انھیں کوئی طاقت ان کے پیدائشی حقوق سے محروم نہیں کر سکتی۔

چونکہ اس کی سرگرمیوں کا مرکز ہی دیہات تھا اور انھیں میں رہ کر اسے چیانگ کائی شک کی کارروائیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس نے کسانوں کی سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ عملی تربیت بھی ہوتی رہی۔ اور ان میں روز بروز اعتماد بڑھتا رہا۔ ماؤزی تنگ اور چوتہ کی سرکردگی میں جو جماعت بنی تھی اس نے بڑھ کر ایک فوج کی صورت اختیار کر لی۔ جو اس علاقہ کے چپہ چپہ سے واقف تھی اس لئے وہ چیانگ کائی شک کی ناواقف فوج کا مقابلہ چھاپہ مار جنگ میں فوج، اسلحہ اور سامان کی قلت کے باوجود بڑی کامیابی کے ساتھ کرتی۔

ماؤزی تنگ کا یہ خیال کہ چین میں کوئی انقلاب بغیر کسانوں کی امداد کے نہیں لایا جا سکتا۔ اور اس کا مرکز شہروں کے بجائے۔ دیہات ہونے چاہئے۔ بڑھ کر عقیدہ کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ چین پر کوئی مستحکم حکومت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی اور نہ اسے برقرار رکھا جا سکتا۔ جب تک اسے کسانوں کا اعتماد نہ حاصل ہو۔ اور کسانوں کا اعتماد اس وقت نہیں حاصل ہو سکتا۔ جب تک انتظام اراضی میں اصلاح نہ کی جائے اس کے بالکل برعکس چیانگ کائی شک، شہر کے اوسط درجے طبقہ کی امداد سے حکومت کرنا چاہتے تھے۔ اور اس نے کبھی آراضی کی اصلاح کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس نے کسانوں کے سیاسی احساس بیدار کرنے کے بجائے۔ ان کی طرف سے لاپروائی برتی۔ غرض چیانگ کائی شک طاقت کے ذخیرہ کو جو دور دراز دیہاتوں میں چھپا ہوا تھا اپنے ہوائی دورہ میں جو وہ ان علاقوں کا ہوائی جہاز کے ذریعہ کبھی کبھی کیا کرتا تھا۔ نہ دیکھ سکا جس کا اندازہ ماؤزی تنگ نے مچھلی کی طرح سمندر کی تہ میں پہونچ کر کر لیا تھا۔ ماؤزی تنگ نے دیہی آبادی کے سمندر میں سیاسی احساس بیدار کر کے اسے طوفان کی شکل میں شہروں کی طرف بڑھایا۔ اور آخر کار اس طوفان نے تمام قابل ذکر شہروں کو اپنے دامن میں لے کر چیانگ کائی شک کو شہر بدر ہونے پر مجبور کر دیا۔

ماؤزی تنگ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں میں نہ صرف عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ وہ اس سے محبت بھی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تقریباً بیس سال سے وہ چین کے کمیونسٹوں کا مسلمہ لیڈر خیال کیا جاتا ہے۔ یہ اس کی رواداری فراخ دلی منکسر المزاجی اور خلوص نیتی تھی جس نے اتنے عرصہ تک پارٹی کے اندر کوئی بڑا اختلاف پیدا ہونے نہیں دیا۔ اس نے پارٹی کے

(باقی ص ۷ پر)

غذائی صورت حال

حکومت حیدرآباد کے رکن رسد مسٹر پی۔ ایچ ... نے بیان کیا کہ اگر ریاست کی غذائی صورت حال بہتر ہونا ہے تو یہ ضروری ہو گا کہ حکومت ہند ایک لاکھ ٹن کی اضافہ مقدار میں غذائی اجناس ریاست کو فراہم کرے۔ حکومت ہند نے سال گذشتہ بجائے ایک لاکھ ٹن کے (۷۵) ہزار ٹن کا کوٹہ منظور کیا تھا اور اب سال حال کے لئے (۳۰) ہزار ٹن کا کوٹہ منظور کیا ہے۔ آنریبل رکن رسد کا یہ کہنا ہے کہ یہ (۳۰) ہزار ٹن کا کوٹہ ایک لاکھ ٹن کی بجائے کوٹہ تک بڑھا دیا جائے۔ معزز رکن رسد کے اس بیان سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ غذائی صورت حال کتنی نازک ہے اس کا اعتراف خود موصوف نے بھی فرمایا۔ ہم اس سے بالکل متفق ہیں کہ اس صورت حال سے عوام غیر ضروری طور پر پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ ہمارا یہ منشا ہے کہ غذائی صورت حال پر بحث کرتے ہوئے عوام میں کسی قسم کی پریشانی پھیلائے۔ لیکن یہ بالآخر تشویش کا ہی سوال ہے۔ حکومت کے حصول اغذیہ کی پالیسی پر ہم تنقید کرتے رہے ہیں لیکن ہم نے حصول غلہ کی ضرورت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ جب حکومت نے سال حال حصول غلہ کا لیوی سسٹم نافذ کیا تو اس وقت ہم نے اس پر کافی تنقید کی۔ اس سسٹم کا منشا یہ تھا کہ پورا غلہ کاشتکاروں سے حاصل کیا جائے تاکہ ایک جانب گورنمنٹ کے گوداموں میں غلہ جمع ہو اور غیر زراعت پیشہ یا ضرورت کہ غلہ رکھنے والے زراعت پیشہ طبقات کو مقررہ قیمت پر غلہ فراہم ہو تو دوسری جانب اس کا یہ منشا تھا کہ غلہ کا چور بازار بند ہو جائے ہمیں نہیں معلوم کہ اس مقصد میں حکومت کو کتنی کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن آنریبل رکن رسد کے بیان سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کا اصل مقصد پورا نہیں ہوا بلکہ حکومت کے حصول غلہ کا یہ جدید سسٹم ناکام رہا۔ اگر ریاست کے طول و عرض میں قحط سالی ہوتی تو ہم سمجھ سکتے تھے کہ غلہ حاصل نہ ہو سکا۔ بیشک موسم برشگال میں ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں ہمیشہ ہی ... ہو جاتا ہے لیکن ریاست میں یکساں طور پر یہ ... نہیں ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ تلنگانہ میں آبی کے دھان کی فصل اور تلنگانہ اور مرہٹواڑہ میں خریف کے جوار کی فصلیں کٹ کر غلہ گوداموں میں جمع ہو جاتا ہے۔ آبی جوار کی فصل کٹنے کے لئے ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ آبی کا دھان اور خریف کی جوار کتنی مقدار میں جمع ہو چکی ہے ہماری اطلاعات جہاں تک ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تلنگانہ میں آبی کے دھان کا حصول کامیاب ہے۔ تلنگانہ کے جوار کی فصل بالکل غیر اہم بھی جاتی ہے وہ مقامی ضروریات کے لئے بھی کافی نہیں ہوتی لہذا تلنگانہ میں خریف کے جوار کا حصول اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔ راتب بندی کے علاقوں میں جوار کا راتب بند کئے جانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کے جوار کے گودام خالی ہیں۔ مرہٹواڑہ کے اضلاع میں کتنا غلہ جوار حاصل کیا گیا؟ اور جو غلہ حاصل کیا گیا اس میں سے راتب بندی کے علاقوں کے لئے آ چکا ہے؟ ہماری اطلاعات یہ ہیں کہ مرہٹواڑہ کے اضلاع میں جوار کے حصول کی رفتار بہت سست رہی ہے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ مرہٹواڑی کے سات اضلاع میں سال حال کوئی قحط پڑا لیکن اس کے باوجود حصول غلہ کی رفتار سست رہنے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہاں کے سیول اڈمنسٹریٹروں نے اپنے فرائض ٹھیک طور پر انجام نہیں دیئے۔ انہوں نے پہلے تو غلہ بہت ہی کم حاصل کیا اور جو غلہ حاصل کیا گیا اس کو مقامی ضروریات پر صرف کیا گیا۔ راتب بندی کے علاقوں کے لئے ان اضلاع سے غلہ روانہ نہیں کیا گیا یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ دور فصل کے عین ماہ بعد کے زمانہ میں بھی راتب بندی کے علاقوں میں جوار کے راتب کی سپلائی بند کی گئی۔ اور اب گیہوں کی سپلائی بھی محدود ہو گئی ہے۔ نہیں معلوم کہ حکومت ہند کتنا غلہ اس ریاست کے لئے سپلائی کرے گی۔ لیکن ہم کو تو اپنے یہاں کے غلہ کے حصول پر زیادہ منحصر رہنا چاہئے؟ اور یہ کام اسی صورت میں ٹھیک طور پر انجام پا سکتا ہے جب کہ ہمارے اضلاع کے سیول اڈمنسٹریٹر پوری تندہی کے ساتھ اپنا فرض انجام دیں۔ نہیں معلوم کہ اضلاع کے سیول اڈمنسٹریٹروں کے اس کام کو حکومت کس روشنی میں دیکھ رہی ہے۔ لیکن عام طور پر عوام کا یہ خیال ہے کہ سیول اڈمنسٹریٹروں نے حصول غلہ کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ بلکہ انھوں نے بڑی بے توجہی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غلہ سرکاری گوداموں میں جمع ہونے کے بجائے چور بازار میں بک رہا ہے۔ ایک جانب غلہ پیدا کرنے والے کاشتکار اور دوسری جانب صارفین دونوں یکساں طور پر پریشان ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہے کہ غلہ کے حصول کی رفتار کی ایک پوری رپورٹ عوام کی اطلاع کے لئے حکومت کی جانب سے شائع ہو تاکہ عوام کی پریشانی دور ہو۔

(رعیت)

برطانیہ کے خلاف عراق و مصر کا محاذ

قاہرہ۔ برطانیہ کو مصر اور عراق کو دھوکہ دینے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

عراق میں دس لاکھ ٹن بغیر صاف کیا ہوا تیل ہر سال پیدا ہوتا ہے۔ یہ مقدار برطانیہ کی سالانہ ضرورت سے دو گنی ہے۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان جنگ سے قبل برطانیہ یہ تیل اس پائپ لائن کے ذریعہ حاصل کرتا تھا جو بغداد شریف سے شروع ہو کر شرق اردن اور فلسطین سے گذرتی ہوئی حیفہ تک پہونچتی اور بحیرہ روم پر ایک برطانوی بندرگاہ میں یہ خام تیل صاف کیا جاتا تھا۔ اور پھر جہازوں کے ذریعہ لندن بھیجا جاتا تھا لیکن اب حیفہ پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ لہذا عراق نے پائپ لائن بند کر دی ہے۔ کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس کے ذریعہ جو تیل بھیجا جائے گا وہ یہودیوں کے ہاتھ پہونچے گا چنانچہ باہم اصرار کے باوجود بھی عراق یہ پائپ لائن کھولنے پر رضامند نہ ہوا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ حیفہ میں تیل صاف کرنے کے کارخانے بند پڑے ہوئے ہیں۔

ایک راستہ بند ہو جانے کے بعد برطانیہ نے دوسری راہ کی تلاش شروع کی۔ اس نے اس امر کی کوشش کی کہ بصرہ سے عراق کا تیل جہازوں پر خلیج فارس، بحر عرب اور بحیرہ احمر سے ہوتا ہوا اور نہر سویز کو پار کرتا ہوا سیدھا لندن پہونچے۔ لیکن اب بھی اس امکان تھا کہ تیل حیفہ لے جایا جائے گا۔ لہذا مصر نے نہر سویز سے تیل کے جہازوں کا نکلنا ممنوع قرار دیدیا۔

یہ مسئلہ اتنا نازک ہو گیا کہ برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بیون کو کولمبو سے واپس ہوتے ہوئے قاہرہ میں گفت و شنید کے لئے ٹھہرنا پڑا لیکن جو بات چیت انہوں نے شاہ فاروق اور مصری وزیر اعظم مصطفے نحاس پاشا سے کی، وہ ناکامیاب رہی۔ نحاس پاشا کی تقریر سننے کے بعد مسٹر بیون کو کہنا پڑا کہ کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ اس مسئلہ پر مستقبل میں بھی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں مصطفے نحاس نے جواب دیا کہ میں اجازت نہیں دے سکتا کہ تمام تیل اب یا آئندہ کبھی نہر سویز سے گذرے۔ شاہ فاروق نے اپنے قابل وزیر اعظم کی اس تقریر کی بہت تعریف کی۔

عرب ممالک کی عام پالیسی یہ ہے کہ کوئی ایسا اقتصادی قدم اٹھایا نہ جائے جس سے اسرائیل کو فائدہ پہونچنے کا امکان ہو اسی لئے یہ گفتگو ناکام رہی۔

عراق کے سابق وزیر اعظم نوری السعید پاشا لندن آئے ہوئے ہیں۔ یہاں کا ایک پرائیویٹ سفر ہے۔ لیکن عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ برطانیہ ان پر دباؤ ڈال کر حیفہ پائپ لائن دوبارہ کھلوانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن سیاسی مبصرین کا یہ اندازہ ہے کہ یہ گفتگو ناکام رہے گی اور اس کی وجہ عربوں کی وہی اقتصادی پالیسی ہے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

عرب ممالک کے اس اقدام سے برطانیہ کو کافی [illegible]

اشتعال انگیز تقریریں

(بقیہ سلسلہ صفحہ اوّل)

اور دوسرے مقامات میں بھی ایسا ہونا ممکن ہے لیکن اقلیت کے اس طرح اخراج کے بعد بھی معاملہ ختم نہیں ہوتا۔

کسی کے گھر جانے کا سیلاب ظاہر ہے بعد کے سوال کا جواب سادہ اور صاف ہے اقلیت کشی ہنگام کا دوسرا اور اصلی راز جمہوری اور غیر فرقہ وار حکومت پر، اور ان اصول کی علمبردار جماعت کانگریس پر ہوگا بالفاظ دیگر اقلیت کشی کے بعد جمہوریت کشی اور کانگریس کشی کی آئے گی۔ یا سیما پاکستان سے جنگ کرے یا نہ کرے سوال تو بعد کا ہے۔ البتہ یہ یقینی ہے کہ اگر اس کی طاقت اسی طرح بڑھتی رہی اور جماعت حکام اور لیڈران کی مداہنت یا غفلت کے باعث اسی طرح بڑھتی رہی اور اس قسم کے جلسے، اس قسم کی اشتعال انگیز اور باغیانہ تقریروں کے ساتھ ہوتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب کہ گوڈسے کے پروگرام کی تکمیل جمہوریہ ہند ہو کر رہے گی۔ (تزئین ٹائمز)

انقلاب چین کا پس منظر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

اتحاد اور استحکام کو قائم رکھنے کے لئے وہ طریقے نہیں اختیار کئے جو روس میں اختیار کئے گئے تھے۔ اس نے نہ تو پارٹی کو صاف کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر لوگوں کو پارٹی سے نکالا اور نہ اس کا دامن اپنے ساتھیوں کے خون کے دھبوں سے داغدار ہوا۔

اس کی سب سے بڑی خصوصیت اور غالباً اس کی کامیابی اور راز یہ ہے کہ وہ اصول و نظریات کا قائل ہے۔ حالات اور حقائق سے منہ موڑنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ان میں اور حالات میں مطابقت پیدا کرنا اور انہیں قابل عمل بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ عام کمیونسٹوں کی طرح مارکس اور لینن کے اقوال کو دہرانے کا عادی نہیں بلکہ وہ ہمیشہ ان کے نظریات کو اپنے حالات کی روشنی میں دیکھنے اور واقعات کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ ایک عجیب سی بات معلوم ہو گی کہ ماؤزے تنگ اب تک ملک سے باہر نہیں گیا۔ حتیٰ کہ کمیونسٹوں کی زیارت گاہ ماسکو بھی اسے کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور وہاں کا جانا اس وقت ہوا وہ ایک بڑے اور عظیم الشان ملک کا سربراہ ہو چکا تھا۔ اس نے اس خوش قسمتی سے روسی لیڈروں کے اس آمرانہ رویہ سے زیادہ دوچار نہ ہونا پڑا۔ جو وہ روس کے باہر کے کمیونسٹوں کے ساتھ سرپرستی کے سلسلہ میں رکھتے تھے شروع شروع میں خود اشتراکی چین میں ماؤزے تنگ کی لیڈری کو زیادہ پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھتا تھا اور اسی لئے اس نے تحریک کی رہنمائی کے لئے مشیر بھی بھیجے تھے۔ لیکن ۱۹۳۵ء میں وہ مشیر چین میں کمیونسٹوں کی فوجی شکست اور سیاسی کمزوری کے ذمہ دار قرار پائے۔ اور کمیونسٹ فوجوں کو پسپا ہو کر شمالی مغرب میں پناہ لینی پڑی اس کے بعد روسی مشیروں اور ہدایات کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور چین کی کمیونسٹ تحریک مکمل طور پر ماؤزے تنگ کی خاص رہنمائی میں پروان چڑھی اور اپنے بل بوتے پر ملک میں پھیل گئی۔ چین میں کمیونسٹ حکومت کے قیام کے بعد کمیونزم کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔ اب تک روس کے علاوہ کوئی ایسی بڑی کمیونسٹ حکومت نہیں قائم ہوئی تھی جو قطعی خود مختار اور با اقتدار حیثیت رکھتی ہو اور جس کے قومی مفاد اور روسی مفاد میں اختلاف کے زیادہ مواقع پیدا ہو سکے۔ اور اس کے رویہ کا اثر بین الاقوامی معاملات پر پڑتا ہو دوسرے الفاظ میں کمیونزم کو غالباً روس سے باہر قدم نکالنے کا پہلی مرتبہ ایک کھلے اور وسیع میدان میں سانس لینے کا موقع ملا ہے جس سے قدرتی طور پر اپنے کو ان معمول کے مطابق بنانا اور اپنے مخصوص لباس میں نئی آب و ہوا اور مختلف حالات کے لحاظ سے تبدیلی کرنی ہوگی۔ یہی وہ تبدیلی ہے جس پر کمیونزم کی ترقی اور مستقبل کا دار و مدار ہے اور اب دیکھنا ہے کہ مسٹر گوش اس کے خاکی لباس کو بین الاقوامی جسم پر فٹ کرنے کے لئے اصلاح و تبدیلی کی کتنی صلاحیت رکھتے ہیں، جس کا بغیر روسی دستار بندی کے اب تک کمیونزم کی شریعت میں ناجائز سمجھا جا رہا ہے۔

برطانیہ کے خلاف عراق و مصر کا محاذ

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶)

قیمت پر تیل خریدنا پڑ رہا ہے۔ مزید برآں حیفہ کے کارخانے بند ہو جانے سے اسرائیل کو ان سے جو ٹیکس وصول ہوتا تھا اب وہ نہیں مل رہا ہے۔

مصر میں برطانیہ کی فوجیں پچاس سال سے پڑی ہوئی ہیں وہ نہر سویز کے علاقہ میں ہیں اور ان کو اس علاقہ سے باہر آنے کی اجازت نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نہر سویز کے کچھ حصے برطانیہ کے ہاتھ میں ہیں۔ مصر اور برطانیہ کے درمیان دوستی اور تجارت کا ایک معاہدہ بھی قائم تھا کہ جس کی میعاد ۱۹۳۶ء میں ختم ہو گئی۔ اس معاہدہ کی ترتیب اس وقت ہوئی تھی جب کہ مصر کمزور تھا لہٰذا اس معاہدہ میں بہت سی شرطیں ایسی ہیں کہ جن سے برطانیہ صاف اور کھلے طور پر فائدہ اٹھا رہا تھا اور مصر کو نقصان پہنچ رہا تھا برطانیہ نے ۱۹۳۶ء میں اس معاہدہ کی تجدید کی کوشش کی۔ لیکن اب تجدید ناممکن ہے کیونکہ مصر کو مشرق وسطیٰ کی طاقت اور ملکوں میں شمار ہونے لگے ہے مصریوں نے معاہدہ کی تجدید کے لئے مصر کو برطانوی افواج کے تخلیہ کا لالچ بھی دیا تھا مسٹر بیون کو توقع تھی کہ مصر یہ بات برداشت کرے گا کہ نہر سویز کے علاقہ کا تخلیہ نہ کیجئے جب تک بین الاقوامی صورت حال ٹھیک نہ ہو جائے۔ لیکن اس کے بجائے مصر سے تخلیہ کا مطالبہ مصری حق کی بنا پر کیا گیا ہے اور اس معاہدہ اور دوستی کو اس مطالبہ سے متاثر نہیں کیا جائے گا۔ برطانیہ سخت کشمکش میں ہے۔

اطلاعنامہ

نشان (۲۳۹۷)

محکمہ اول تعلقداری ضلع
اورنگ آباد واقع ۱۶ مارچ ۱۹۵۶ء
نشان مثل (۱۷) ۵۵-۱۹۵۴ء
صیغہ انتقال اراضی
مقدمہ

رستا بنام جنابائی وغیرہ دعویٰ واپسی قبضہ اراضی
بنام جنابائی زوجہ میر علی قوم مارواڑی پیشہ ساہوکاری سکنہ موضع کھولڑہ تعلقہ پٹن۔
منجانب رستا ولد گوپی ناتھ قوم مرہٹہ سکنہ موضع کھولڑہ تعلقہ پٹن نے دعویٰ واپسی اراضی سروے نمبر (۳۶) ۲۸ ایکر ۲۷ گنٹے (۳۸ ۔ ۲) پیمائشی (لگان) مو سومہ چار رستا تھا موضع کھولڑہ تعلقہ پٹن نے دفتر ہذا میں پیش کرنے کے بعد تم کو ذریعہ سمن متعدد بار طلب کیا گیا لیکن تم پر سمن کی تعمیل نہیں ہو رہی ہے اور نہ تم حاضر ہو رہے ہو اس مقدمہ میں تمہارے جواب ہی کی ضرورت ہے اس لئے ذریعہ ہذا آگاہ کیا جاتا ہے کہ مقدمہ ہذا میں اب ۵ اپریل ۱۹۵۶ء پیشی مقرر ہے لہذا تاریخ مذکور پر بوقت (۱۰) ساعت دن حاضر اجلاس محکمہ ہذا ہو کر مقدمہ ہذا میں جواب دہی کرو
بصورت ثانی تحت ضابطہ کارروائی عمل میں آئیگی۔
(مددگار مال)

مدراس میں برطانوی قونصل خانہ

مدراس ۱۳ مارچ۔ سر دار چیلا نے برطانوی ہائی کمشنر مقیم ہند نے آج یہاں برطانوی قونصل خانہ کے علاقہ واری دفتر کا مدراس میں افتتاح کا اعلان کرتے ہوئے اس کی ضرورت ظاہر کی کہ ہندوستان اور برطانیہ عوام کی طرز زندگی سے ایک دوسرے کو سمجھایا جائے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں برطانوی قونصل کی کارکردگی کی تعریف کی۔ انگریزی زبان سے متعلق انھوں نے کہا کہ یہ ایک ایسی زبان ہے جو عام طور پر بولی جاتی ساجی تفہیم کی صلاحیت رکھتی، سائنس اور تجارت میں استعمال ہوتی ہے۔ گو یہ انگریزی زبان ہے لیکن اب وہ عالمی زبان بن چکی ہے۔
سر جان سارجنٹ نے کہا کہ برطانیہ اور ہندوستان کے عوام میں قریبی تعلقات قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ مدراس کے لئے تجویز پیش کی کہ دونوں ممالک میں سیاحوں کا تبادلہ ہو۔
اس موقع پر ایک کثیر اجتماع تھا جس میں بعض سفارتی عہدہ دار بھی شامل تھے۔ مسٹر ہنکاکس نے امید ظاہر کی کہ مدراس میں یہ شاخ برطانیہ اور ہندوستانی عوام کو مزید قریب تر کرنے میں کافی مدد دے گی۔ جاگر جان سارجنٹ صدر برطانوی سفارت خانہ نے کہا کہ یہ واقعہ نہایت ہی اہمیت رکھتا ہے کہ مدراس میں بھی برطانوی سفارت خانہ کی شاخ قائم کی جا سکی۔ ادھر سیاسی طور پر ہند و برطانیہ میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں ممالک میں تعلقات کے استحکام کا مظہر ہے۔ خصوصاً سر دار چیلا نے سابق گورنر مدراس و حالیہ برطانوی نمائندہ برائے ہند کی موجودگی مسرت ہے۔